علامہ اقبالؒ کے انگریزی خطبات

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی

علامہ اقبال کا پہلا اردو مجموعہ کلام "بانگ درا" 1924ء میں منظر عام پر آیا' مگر اس کی اشاعت سے پہلے ہی ان کی شہرت نہ صرف برعظیم پاک و ہند بلکہ چار دانگ عالم میں پھیل چکی تھی۔ برعظیم میں ان کی مقبولیت کے اسباب میں انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسوں میں ان کی نظم گوئی،[1] "مخزن" "ہمایوں" اور دیگر ادبی جرائد اور اخبارات میں ان کی نظم و نثر کی اشاعت[2] اور "اسرار خودی" (1917ء) پر ہنگامہ خیز رد عمل[3] شامل ہے۔ سمندر پار ممالک میں ڈاکٹر نکلسن کا ترجمہ "اسرار خودی"[4] ذریعہ تعارف و شہرت بنا۔

پس منظر

امریکا کی مسلم ایسوسی ایشن کے صدر چودھری رحمت علی خاں بھی علامہ اقبال کے مداحوں میں شامل تھے' اور انھیں علامہ کے تفکر و تفلسف اور ان کی علمی دلچسپیوں کا اندازہ تھا۔ 1922ء میں' امریکا ہی میں مقیم ان کے ایک دوست راؤ علی محمد خاں وطن (لدھیانہ) لوٹ رہے تھے تو چودھری رحمت علی خاں نے ان کے ہاتھ علامہ کے لیے ایک کتاب بھجوائی جس کا عنوان تھا: Mohammadan Theories of Finance[5] ______ علامہ اقبال مطالعے کے رسیا تھے۔ پھر یہ کتاب تو خصوصی طور پر امریکا سے ان کے ایک مداح کی فرستادہ تھی جنھوں نے کتاب کا تعارف اس کے پہلے ورق پر درج ذیل الفاظ میں کرایا تھا:

> "اس کتاب کا ماخذ مندرجہ ذیل مستند کتب ہیں: الہدایہ' فقہ الاکبر امام اعظم' درۃ المختار' قدوری اور مسند امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ و برکاتہ --- رحمت علی خاں۔"[6]

ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی لکھتے ہیں: "آپ نے اس کتاب کو دیکھتے ہی خوشی کا اظہار فرمایا اور فوراً عینک لگا کر اس کا مطالعہ شروع کر دیا۔ یہ صبح قریباً 8-9 بجے کا واقعہ ہے۔ میں وہاں سے نکل کر اپنے کاموں میں مصروف ہو گیا اور پھر بعد دوپہر 3'4 بجے کے قریب ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو ڈاکٹر صاحب نے فرمایا: "ماسٹر صاحب! وہ کتاب جو تم دے گئے تھے' بہت دلچسپ ہے۔ اس میں ایک مقام ایسا بھی ہے جس کی تحقیق لازمی ہے۔"[7] وہ مقام یہ تھا:

"As regards to Ijma, some Hanifites

and the Mu'tazilites held that the Ijma can repeal the Koran and the Sunnah."[8]

علامہ نے اس عبارت کو نشان زد کر لیا' اور پھر اس پر تجسس و تحقیق شروع ہوئی۔[9] اس ضمن میں انہوں نے سید سلیمان ندوی[10] اور مولانا ابوالکلام آزاد[11] سے استفسار کیا۔ خود بھی اس موضوع پر غور و خوض کرتے رہے۔ انہی دنوں میں انہوں نے لدھیانہ میں مفتی حبیب الرحمٰن لدھیانوی' مولوی محمد امین لدھیانوی اور لاہور میں مولوی سید طلحہ' مولانا اصغر علی روحی اور مولانا غلام مرشد[12] سے بھی اس موضوع پر تبادلہ ءخیال کیا۔ ڈاکٹر عبداللہ چغتائی بتاتے ہیں کہ حضرت علامہ نے ان مسائل پر متذکرہ بالا علماء کے علاوہ بعض دیگر حضرات سے بھی گفتگو اور استصواب کیا' اور امام شاطبیؒ کی "کتاب الموافقات" بھی ان کے زیر مطالعہ رہی۔[13] یہ 1922ء' 1923ء کا ذکر ہے۔

تیاری و تحریر

کئی ماہ کے غور و فکر' مطالعے اور علماء سے استفسارات و تبادلہ ءخیال کے بعد' آخرکار 1924ء میں علامہ نے اجتہاد فی الاسلام[14] کے موضوع پر انگریزی میں ایک خطبہ تیار کیا جو کسی قدر ترمیم اور نظر ثانی کے بعد حبیبیہ ہال لاہور میں' سر عبدالقادر کی صدارت میں منعقدہ' ایک اجلاس میں پڑھا گیا۔ یہ واقعہ 13 دسمبر 1924ء کا ہے۔ مجموعہ ءخطبات کا چھٹا خطبہ The Principle of Movement in the structure of Islam اسی تقریر کی ترمیم و اضافہ شدہ صورت ہے۔

اسی اثنا میں مدراس کی "مسلم ایجوکیشنل ایسوسی ایشن آف سدرن انڈیا" کی طرف سے انہیں اسلام پر لکچر دینے کی دعوت ملی۔ قبل ازیں 1925ء میں سید سلیمان ندوی' سیرت نبویؐ کے مختلف پہلوؤں پر' آٹھ لکچر دے چکے تھے۔ اقبال نے یہ دعوت قبول کرتے ہوئے چند خطبات تحریری صورت میں تیار کر لیے۔

انجمن حمایت اسلام لاہور کے 42 ویں سالانہ جلسے (16 اپریل 1927ء)میں انہوں نے The Spirit of Muslim Culture کے موضوع پر ایک تقریر کی' بعد ازاں اس کا اردو ملخص بھی پیش کیا۔[15] اس تقریر میں پانچویں خطبے سے متعلق کئی نکات و اشارات ملتے ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خطبات کی تیاری اپریل 1927ء ہی سے شروع ہو چکی تھی۔ عین انہی دنوں علامہ اقبال نے ڈاکٹر عبداللہ چغتائی کی وساطت سے محمد یعقوب سٹینو ٹائپسٹ کو بلوایا تاکہ خطبات املا کرائے جائیں۔[16]

مدراس میں چھ خطبات پیش کرنے کا ارادہ تھا' مگر بمشکل تین خطبے تیار ہو سکے' اور وہ بھی اگلے برس یعنی 1928ء کے نصف آخر میں۔ اس سلسلے میں اقبال بذریعہ خط کتابت سید سلیمان ندوی

سے بعض مسائل پر تبادلہ ء خیال کرتے رہے' اور بعض کتابیں بھی منگا بھیجیں۔[17] کچھ کتابیں ڈاکٹر عبداللہ چغتائی کی وساطت سے منگائی گئیں۔[18] 5 دسمبر 1928ء تک تین خطبات تیار ہو گئے۔[19] 5 جنوری 1929ء کو اقبال مدراس پہنچے اور 5، 6 اور 7 جنوری کو یہ خطبات گوکھلے ہال میں مدراس کے اہل علم کے سامنے پیش کیے۔[20] بعد میں یہی خطبے بنگلور' میسور اور حیدر آباد دکن کے اجتماعات میں بھی پڑھے گئے۔

اوپر ذکر آ چکا ہے کہ کل چھ خطبات تیار کرنے کا ارادہ تھا' چنانچہ وکالت اور دیگر مصروفیات کے باوجود' اقبال باقی تین خطبوں کی طرف متوجہ رہے۔ محمد جمیل خان کے نام 4 اگست 1929ء کے خط میں لکھا:

> The courts are closed for summer vacations and I am writing down my remaining three lectures which I hope to finish by the end of October.[21]

اس زمانے میں اقبال کے خطبات مدراس کا چرچا ہوا تو علی گڑھ یونیورسٹی کی طرف سے خطبات دینے کی دعوت ملی۔ اب بقیہ تین خطبوں کی تکمیل اور بھی ضروری ہو گئی تھی۔ 4 نومبر 1929ء کو محمد جمیل خاں کو اطلاع دی کہ خطبات مکمل ہو چکے ہیں۔[22] 18 نومبر 1929ء کو علی گڑھ پہنچے اور 19 نومبر سے شام چھ بجے سٹریچی ہال میں خطبات کا آغاز ہوا۔ اس طرح چھ مکمل خطبے علی گڑھ میں پڑھے گئے۔

اقبال کے ان خطبات کی زبان انگریزی تھی اور مباحث فلسفیانہ' لہٰذا ہر کہ و مہ کے لیے انہیں سمجھنا آسان نہ تھا۔ اسی احساس کے تحت انہوں نے سید نذیر نیازی کو لکھا: "مجھے اس میں شبہ ہے کہ عام لوگ اس سے مستفیض ہو سکیں گے۔ علماء جنہوں نے فلسفے کا خاص طور پر مطالعہ کیا ہے' وہ میرا مقصد سمجھ سکیں گے۔"[23] چنانچہ عوام نہ سہی' خواص کے لیے ہی خطبات کی اشاعت ضروری تھی' اور اس کا خیال اقبال کے ذہن میں دسمبر 1928ء سے موجود تھا۔ میر غلام بھیک نیرنگ کو 5 دسمبر 1928ء کے خط میں لکھا: "آئندہ دسمبر (1929ء) تک یہ تمام لیکچر تیار ہو کر چھپ جائیں گے۔ اس وقت میں آپ کی خدمت میں ایک کاپی بھیج سکوں گا۔"[24] مدراس میں بھی انہوں نے اسی ارادے کا اظہار کیا: "یہ لیکچر عنقریب بصورت کتاب چھپ جائیں گے۔"[25]

اشاعت

غالباً علی گڑھ سے واپسی پر انہوں نے چھ خطبات کو کتابی صورت میں مرتب کر دیا تھا' مگر طباعت میں کئی ماہ صرف ہو گئے۔ نذیر نیازی کو 4 اپریل 1930ء کے خط[26] میں اطلاع دی کہ لیکچر 15 اپریل تک چھپ جائیں گے' پھر 27 اپریل کے خط[27] میں لکھا: "کتاب چھپ گئی ہے' اس کی جلد بندی 6 (مئی)[28] تک ختم ہو جائے گی۔" معلوم ہوتا ہے چند کتابیں مئی کے آغاز ہی میں تیار ہو کر آ گئیں۔ پروفیسر آر۔ اے نکلسن کو پیش کردہ نسخے پر 5 مئی 1931ء اور سر ہاتیکو بٹلر کو پیش کردہ

نسخے پر 6 مئی 1931ء کی تاریخ درج ہے۔[29] کتاب کا اصل عنوان Six Lectures ہے۔ اس کے نیچے بطور وضاحت On the Reconstruction of Religious Thought in Islam کے الفاظ نسبتاً خفی ٹائپ میں درج ہیں۔ ابتدائی آٹھ صفحات (سرورق، فہرست، دیباچہ اور پہلے خطبے کا فلیپ) کے بعد، پہلے خطبے کے متن سے صفحات کا شمار ہوتا ہے۔ ہر خطبے سے پہلے ایک ورق کا فلیپ لگایا گیا ہے۔ متن کا ٹائپ روشن اور واضح ہے، جبکہ اقتباسات باریک ٹائپ میں ہیں۔ متن کا صفحہ تین سطری ہے۔ کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ خاصی احتیاط سے کی گئی ہے، پھر بھی ٹائپ کی بہت سی اغلاط موجود ہیں۔ آغاز میں غلط نامہ لگایا گیا ہے جس میں بارہ اغلاط کی نشاندہی کی گئی ہے، مگر اغلاط کی اصل تعداد اس سے زیادہ ہے۔ ذیل میں مکمل فہرست دی جا رہی ہے۔ کتاب سے منسلک غلط نامے سے مذکور اغلاط کے سامنے علامت بنائی گئی ہے:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
7	16	Simulate	Stimulate
16	33	he	the
17	30	cloud	camel
35	12	fo	to
39	8-7	Teleological	Teleological
42	39	teological	Teleogical
44	10	understend	understand
63	1	s how	is how
69	30	pruposes	purposes
73	22	whch	which
82	26	appreciate	appreciative
90	22	connection	conception
92	6	plurity	plurality
92	8	boute	quote
108	21	event	events
100	24	hole	whole
111	1	cretional	creational
126	7	of	for
126	12	its	his
127	3	single	a single

dogmatism	dogmatisms	8	158
Nietzche's	Nietche	6	161
Christian	Christia	19	181
neck-vein	neck-vain	16	188
angels	angles	18	190
unanalysable	unanalyasable	11	216
inheritance	inheriance	18	236
hindrance	hinderance	1	249

قابل ذکر بات یہ ہے کہ Nietzsche کا املا ہر جگہ غلط (Nietsche) ہے۔ دیکھیے: صفحات: (20/158'158/26'158/13'159/16'160/29'160)

اقبال نے تمام خطبات میں آیات قرآنی کے حوالے دیے ہیں، لیکن اصل متن کی جگہ انگریزی ترجمہ درج کیا ہے، کئی مقامات پر تراجم کے ساتھ آیت کا شمار نمبر غلط ہے، مثلاً:

صحیح	غلط	صفحہ
44 :38-39	44:38	13
3 :189-190	3:186	13
29:201	29:19	13
95:4-5	95:4	14
84:17-19	84:17-20	15
6:98-100	6:95	17
25:45-46	25:47	17
32:7-9	32:6-8	20
42:51'	42:50	26
2:164	2:159	62
25:63	255:63	62
55:14	53:14	77

لاہور سے شائع ہونے والے زیر بحث مجموعہ ء خطبات میں اقبال کی اولین انگریزی تصنیف "The Development of Metaphysics in Persia" (مطبوعہ لندن 1908ء) کی طرح تبادلہ ء حروف کے مسلمہ اصولوں کی پابندی نہیں کی گئی۔ تاہم اس میں اس کا نسبتاً صحیح املا اختیار کیا گیا ہے، جیسے: Ibn-i-Khaldun (ص 149) یا Ibn-i-Rushd (ص 5) یہ املا، لندن کی مطبوعہ محولہ بالا کتاب کے املا (Ibn Rushd, Ibn Khaldun) سے بہتر ہے۔

علمی حلقوں میں خطبات کا خاصا چرچا ہوا۔ اگست 1932ء کے تیسرے ہفتے[30] میں انگلستان

کی ارسطاطالین سوسائٹی کی طرف سے علامہ اقبال کو دعوت موصول ہوئی جس میں لندن آکر "کسی فلسفیانہ موضوع پر لیکچر دینے کی درخواست کی"[31] گئی تھی۔ یہ درخواست قبول کرتے ہوئے' انھوں نے ستمبر 1932ء میں ?Is Religion Possible کے عنوان سے ایک اور خطبہ تیار کیا۔ اختتام سال' جب وہ تیسری گول میز کانفرنس میں شرکت کے لیے لندن گئے' تو یہ خطبہ مذکورہ سوسائٹی کے ایک اجتماع میں پڑھا گیا۔

انگلستان کے علمی حلقوں میں اس خطبے کے خوشگوار اثرات مرتب ہوئے' چنانچہ اقبال کے ایک برطانوی مداح لارڈ لودین (Lord Lothin) کے ایماء' آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے خطبات کی مکرر اشاعت کا بیڑا اٹھایا۔ دوسری اشاعت میں ساتویں خطبے بعنوان Is Religion Possible : کا اضافہ کیا گیا۔ نذیر نیازی کے نام 11 ستمبر 1933ء کے خط میں علامہ اقبال لکھتے ہیں:

> "کتاب کی طباعت آکسفورڈ یونیورسٹی نے شروع کر دی ہے' اور میں نصف کے قریب پروف دیکھ چکا ہوں۔ یہ پہلا پروف ہے۔ مسٹر ملفورڈ' مہتمم یونیورسٹی پریس نے مجھے اطلاع دی ہے کہ کتاب فروری میں چھپ کر تیار ہو جائے گی۔"[32]

مگر طباعت میں قدرے تاخیر ہو گئی اور مطبوعہ صورت میں کتاب مئی 1934ء کے آخری ایام میں انگلستان سے ہندوستان[33] پہنچی' گویا دوسرے ایڈیشن کی اشاعت مئی کے پہلے ہفتے میں عمل میں آئی۔ ابتدائی آٹھ صفحات (سرورق کے دو اوراق' دیباچہ اور فہرست) کے بعد متن کتاب سے صفحات کا شمار ہوتا ہے۔ ہر خطبہ نئے صفحے سے شروع ہوتا ہے' مگر پہلے ایڈیشن کے برعکس ہر خطبے سے پہلے بطور تعلیپ الگ ورق کا اہتمام نہیں کیا گیا۔ کاغذ نسبتاً دبیز ہے۔ متن کا ٹائپ پہلے ایڈیشن کے مقابلے، میں باریک ہے' چنانچہ متن کا صفحہ 35 سطروں کا ہے۔ پہلے ایڈیشن کے عوض ساڑھے چودہ/ ساڑھے نو س م) کے مقابلے میں اس کا (عوض سوا سولہ / پونے دس) ہے۔ اس وجہ سے سات خطبوں کا متن 188 صفحات میں سما گیا ہے' جبکہ پہلے ایڈیشن میں صرف چھ خطبات 249 صفحات پر پھیلے ہوئے تھے۔ اس ایڈیشن میں:-

(الف) کتاب کے عنوان سے Six Lectures on کے الفاظ حذف کر دیے گئے ہیں' اس طرح اب کتاب کا عنوان یوں ہو گیا ہے:

The Reconstruction of Religious Thought in Islam

(ب) مصنف کے نام سے Barrister-at-Law کے الفاظ حذف کر دیے گئے ہیں۔

(ج) آخر میں چار صفحات پر مشتمل اسماء و موضوعات کے ایک اشاریے کا اضافہ کیا گیا ہے۔

(د) ٹائپ کی اغلاط درست ہو گئی ہیں' البتہ ص 82 کی غلطی بدستور موجود ہے۔

(ہ) سب سے اہم تبدیلی' متن کی وہ تصحیحات' ترمیمات اور اضافے ہیں جس کا ذکر اقبال نے متعدد خطوط[34] میں کیا ہے۔ ان کی تفصیل یہ ہے:-

صفحہ	سطر	طبع اول	صفحہ	سطر	طبع دوم
8	8	within the	6	7	within itself the
25	14	to my own	18	30	to our own
34	14	sub-consciousness	25	11	sub-conscious
57	26	slice of	40	13	piece of
64	4	from centre	45	4	from the centre
81	23	vision. The'not yet,		57	21 is self - revelation, not the pursuit of an ideal to be reached. The 'not yet,
90	20	is intensive	61	27	is intensive,not extensive
93	18	further	63	29	farther
94	1	(933 A.D)	64	6	(A.D.933)
94	4	(1012 AD)	64	8	
96	14	they	65	34	Nazzam
96	19	according to these thinkers,a...		66	1 a...
105	12	Discussions, Which saw the light of publication only a short time ago at Hyderabad, Razi...	7	10	Discussions.Razi.
135	21'20	of its characteris -ticfeatures Not...	62	3'6	of The characteristic features of the may sti. levels of consciousness Not consciousness. Not
147	22	which emerge finite life and	100	20	which emerges the ego ot

			consciousness of		
degree of co-ordination...	22	100	Degree [illegible] complexity	[illegible]	147
could not but raise...	3	102	could not raise..	1	150
"I am time" (Muhammad)	9	104	"I am destiny" (Muawiya)	3	153
The centres of this energy are limited in number	24	108	The number of the centres of this energy [illegible] limited	20"19	159
connexion..	1	110	conne[illegible]	[illegible]	161
of their own	2	156	of its [illegible]	30	232
looked at through..	33	167	looked through..	7	245
today, is there anything.	30	169	today,there is anything	•34	247
the Muslim of..	33	170	the Musalman of	15	249

تیسرا ایڈیشن، دس برس کے نسبتاً طویل وقفے کے بعد 1944ء میں لاہور سے شائع ہوا۔ اس میں طبع اول کے ص 82 کی غلطی درست کر دی گئی، البتہ ص 118 پر دوسرا مصرع اس طرح چھپ گیا: ع

تو ہمیں ذات ہی نگری و در تبسی

اس میں "و" زائد ہے۔ یہ غلطی 1954ء اور 1960ء کی اشاعتوں میں بھی موجود ہے، البتہ 1965ء کے ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو گئی۔ 1971ء کے ایڈیشن میں ایک نئی غلطی رونما ہو گئی، ص 26 (سطر 6) پر صحیح لفظ effacing ہے نہ کہ effacting.

تیسرا ایڈیشن 1944ء میں شیخ محمد اشرف تاجر کتب لاہور کے زیر اہتمام شائع ہوا تھا۔ بعد کے تمام ایڈیشن (1954ء، 1960ء، 1965ء، 1968ء، 1971ء وغیرہ) بھی انہی کے اہتمام سے شائع ہوتے رہے۔

شعبہء فلسفہ گورنمنٹ کالج لاہور کے سابق سربراہ اور فلسفے کے فاضل استاد پروفیسر ایم سعید شیخ نے، 1986ء میں خطبات اقبال کا تحقیقی اور محشی ایڈیشن شائع کیا۔[33] یہ درجہ اول کا کام ہے اور اقبالیات کی تاریخ میں بلا تامل اسے ایک کارنامہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہ ان کی برسوں کی محنت اور جانکاہی کا ماحصل ہے۔ پروفیسر ایم سعید شیخ نے

متن خطبات' اشاعت لندن (1934ء) کی بنیاد پر تیار کیا ہے کہ علامہ کی زندگی میں شائع ہونے والا یہی آخری ایڈیشن ہے۔ شیخ صاحب کے تصحیح کردہ متن میں اہتمام رموز اوقاف کے علاوہ اسماء و اعلام' انگریزی اقتباسات اور اردو اور فارسی اشعار صحیح صورت میں درج کیے گئے ہیں۔ اسمائے معرفہ کے ہجوں اور املا کی درستی کے ضمن میں سب سے زیادہ اہم اور دلچسپ تصحیح "زرکشی" کی ہے' جو متن میں "سرکشی" تھا۔ خطبات کے اردو' فارسی اور فرانسیسی مترجموں نے اسے "سرخشی" قرار دیا تھا۔ ایم سعید شیخ صاحب خاصی تلاش و تحقیق کے بعد اس نتیجے تک پہنچے کہ صحیح نام "زرکشی" ہے---- مرتب نے مقدمے میں تدوین کی نوعیت اور اس کے طریق کار کی وضاحت کی ہے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ علامہ نے خطبات میں چونتیس مغربی مصنفین کے حوالے دیے ہیں جن میں سے اکتائیس ان کے معاصرین ہیں۔ زیادہ تر حوالے 1920ء سے 1928ء کے درمیان شائع ہونے والی کتابوں کے ہیں۔ علامہ نے مغربی مصنفین پر جو بحثیں کی ہیں' مرتب نے ان کے حوالے سے علامہ کے فلسفیانہ خیالات پر عالمانہ اظہار خیال کیا ہے۔

پروفیسر ایم سعید شیخ کا حاصل تحقیق' کتاب کے آخری نوے صفحات ہیں۔ اس کے چار حصے ہیں:

1- تعلیقات اور حوالے
2- کتابیات
3- قرآنی اشاریہ
4- (عمومی) اشاریہ

خطبات کے متن پر مرتب کی تحریر کردہ تعلیقات اور حوالے سینتالیس صفحات پر محیط ہیں۔ تعلیقات و حواشی مختلف النوع ہیں' مثلاً :-

1- علامہ نے بعض مشرقی و مغربی حوالے یا کتابوں کے نام لیے بغیر ان کے اقتباسات خطبات میں شامل کیے ہیں' مثلاً خطبہ ششم کے آغاز میں A modern historian of civilization کے حوالے سے ایک طویل اقتباس دیا ہے۔ ایک اور جگہ The great mystic poet of Islam کی ایک عبارت شامل کی ہے۔ کہیں مصنف کا نام لکھ دیا' مگر کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔ کہیں کتاب کا نام ہے مگر مصنف کا نام ندارد۔

مرتب نے ایسے حوالے تلاش کیے' اور ان کی مکمل نشان دہی کی' مثلاً اول الذکر "ایک جدید مورخ تہذیب" کے نام (J.H.Denison) اور ان کی کتاب Emotion as the Basis of Civilization کا کھوج لگایا' اور اس سے اخذ کردہ اقتباس کا حوالہ بھی درج کیا۔ وغیرہ

2 مرتب نے علامہ کے بعض حوالوں کی تصحیح بھی کی ہے۔ خطبہ دوم (ص 29-30) میں برٹرینڈرسل کا ایک اقتباس درج ہے۔ شیخ ایم سعید صاحب نے وضاحت کی ہے کہ یہ رسل کا نہیں' ولڈن کار کا بیان ہے' اور اس نے یہ بات رسل پر تنقید کرتے ہوئے کہی ہے۔ (ص 163' تعلیقہ نمبر 15)

-3 علامہ نے کسی موقع پر کسی خاص امر کا ذکر کیا یا اس جانب اشارہ کیا یا کسی تاثر کا اظہار کیا تو مرتب نے کسی قرینے کی بناء پر اس کا سبب متعین کرنے کی کوشش کی ہے اور بتایا ہے کہ یہ تاثر فلاں کتاب کے مطالعے سے پیدا ہوا ہو گا۔ اس سلسلے میں جناب مرتب نے علامہ کی ذاتی لائبریری (مخزونہ اسلامیہ کالج لاہور) میں موجود کتابوں اور ان پر علامہ کے تحریر کردہ اشارات و حواشی سے استشہاد کیا ہے۔

-4 علامہ نے خطبات میں عربی' فارسی' جرمن اور ترکی کے مصنفین کے (ترجمہ شدہ) انگریزی اقتباسات دیے ہیں۔ فاضل مرتب نے اصل عربی' جرمن' فارسی اور ترکی متون شامل کر کے حواشی میں درج کیے ہیں' مثلاً "المباحث المشرقیہ" سے رازی کی اصل عربی عبارت (ص 169) یا جوزف فریڈرک ناؤمن کا جرمن اقتباس (ص 170) یا شیخ احمد سرہندیؒ کے مکتوبات سے فارسی عبارت یا ضیاء گوکلپ کی ترکی نظموں کا متن (علامہ اقبال نے جرمن ترجمے سے انگریزی ترجمہ کیا تھا) وغیرہ۔

-5 بعض مقامات پر علامہ نے ابن مسکویہ کی "الفوز الاصغر"' حضرت شاہ ولیؒ اللہ کی "الحجۃ البالغہ" اور عراقی کی "غایت الامکان فی درایۃ المکان" وغیرہ سے ملخص تراجم خطبات میں شامل کیے---- جناب مرتب نے یہ حوالے بھی تلاش کر کے درج کیے ہیں۔

-6 فاضل مرتب نے کسی خاص نکتے یا مسئلے پر' علامہ اقبال کی بحث کے علاوہ' دیگر علماء کے مباحث کی طرف بھی اشارے کیے اور حوالے دیے ہیں جیسے آئن سٹائن کے نظریات پر بحثیں (ص 164' تعلیقہ 17)

-7 تقابلی حوالوں کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔ خطبات کے باہمی تقابلی حوالوں کے علاوہ خطوط کے حوالوں کی طرف بھی اشارے کیے گئے ہیں۔ مزید مطالعے کے لیے بھی ہدایات دی گئی ہیں۔

-8 خطبات میں عددی اعتبار سے قرآن حکیم کے حوالے سب سے زیادہ ہیں۔ فاضل مرتب کے مطابق براہ راست حوالوں کی تعداد ستتر (77) ہے۔ پچاس مقامات پر محض اشارے کیے گئے ہیں۔ ان کا تعلق قرآنی تصورات اور موضوعات سے ہے۔ قرآنی اشاریہ ان سب کی نشان دہی کرتا ہے۔ جناب ایم

سعید شیخ خطبات کے قرآنی حوالوں کی تلاش و تفتیش کے دوران میں اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ علامہ قرآن حکیم میں غیر معمولی بصیرت رکھتے تھے۔

حواشی و تعلیقات کے اس کام میں، گنتی کے چند مقامات پھر بھی وضاحت طلب رہ گئے ہیں (ص 35)۔ مرتب نے بتایا ہے کہ انھیں خطبات میں مذکور چار مصنفین کے حوالے نہیں مل سکے------ اس کے باوجود جناب مرتب کی محنت و جانکاہی اور تلاش و تحقیق کی جس قدر داد دی جائے، کم ہے۔ کہنے کو یہ صرف 47 صفحات ہیں، اگر قرآنی اشاریے کے صفحے بھی شامل کر لیے جائیں تو 52 صفحات بن جاتے ہیں، مگر گنتی کے یہ صفحے، مقدار سے قطع نظر، اپنی قدر و قیمت کے اعتبار سے سیکڑوں، بلکہ ہزاروں صفحات پر بھاری ہیں۔ فاضل مرتب نے اس ضمن میں کیا کیا "تکسیر، اٹھائی، اس کا اندازہ اس غیر معمولی کام کو دیکھنے کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔[36]

خطبات کے زیر بحث ایڈیشن کی تیاری اور اشاعت، متن اقبال کی تحقیق و تدوین کے ضمن میں ایک بڑی پیش رفت ہے۔ اقبال کی نظم و نثر کی کسی اور کتاب پر ایسی تحقیق ابھی تک نہیں ہو سکی۔

اردو تراجم

سید نذیر نیازی بتاتے ہیں کہ خطبات کے اردو ترجمے کا خیال، ابتدا (دسمبر 1929ء) ہی سے علامہ اقبال کے ذہن میں موجود تھا۔[37] اول ان کی خواہش تھی کہ ڈاکٹر عابد حسین (استاد فلسفہ، جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی) اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیں، مگر ان کی معذرت پر خود نیازی صاحب نے اس کا بیڑا اٹھایا۔ وہ بتاتے ہیں کہ ان کا ترجمہ حضرت علامہ نے ملاحظہ فرمایا اور بعض الفاظ اور مصطلحات، حتیٰ کہ بعض عبارتوں تک کی اصلاح کی--- "راقم الحروف کو ضروری ہدایات دیں اور فرمایا: ترجمہ جاری رکھو۔"[38] یہ ایک مشکل اور صبر آزما کام تھا، چنانچہ نذیر نیازی کو ترجمے کی تکمیل میں کئی برس لگ گئے۔ "تشکیل جدید الہیات اسلامیہ" کے نام سے اس کی پہلی اشاعت 1958ء میں بزم اقبال لاہور سے عمل میں آئی۔ متعدد نامور نقادوں اور اقبال شناس علما نے اس ترجمے کو سراہا۔ مثلاً:

1. "سید نذیر نیازی مرحوم جو علامہ اقبال کے بڑے معتمد علیہ تھے، اور جنھوں نے علامہ کے حکم سے، اور ان کی نگرانی میں خطبات کا اردو ترجمہ مع تشریحات و تعلیقات بڑی خوبی اور تحقیق و تدقیق سے کیا ہے۔" (مولانا سعید احمد اکبر آبادی)[39]
2. "سید نذیر نیازی نے عمدہ ترجمہ ہمیں دیا ہے۔" (ڈاکٹر سید عبداللہ)[40]
3. "نذیر نیازی نے ترجمہ بہت اچھا کیا ہے۔" (آل احمد سرور)[41]

4- "سید نذیر نیازی نے یہ کام، جو بڑا مشکل تھا، بہ سہولت انجام دیا اور یہ کام ہی ان کی علمی فضیلت، دراکی اور فلسفہ فہمی کے ثبوت کے لیے کافی ہے۔[42]

5- "انہوں نے انگریزی خطبات کا جو ترجمہ کیا، وہ چھوٹا کام نہیں ہے۔ جہاں تک اس ترجمے کی صحت کا تعلق ہے، اس بارے میں تو شبہہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس کے بعض حصے علامہ اقبال نے دیکھے اور بعض ڈاکٹر عابد حسین نے۔"[42الف]

مگر ایک مخصوص فکر رکھنے والوں نے نیازی صاحب کے ترجمے کو ہدف تنقید بنایا ہے (اس حوالے سے وہ نذیر نیازی مرحوم کو ہدف ملامت بنانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے)۔ اس کی ایک ترجمانی محترمہ کنیز فاطمہ یوسف کے حسب ذیل اقتباس سے ہوتی ہے:

> "وہ ایسی جناتی زبان میں تھا جس کے مقابلے میں انگریزی کہیں زیادہ سہل اور موثر نظر آتی ہے۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ مترجم نے اقبال کے انقلابی تصورات میں کاٹ چھانٹ اور تردید و تاویل کا حق بھی خدا جانے کہاں سے حاصل کر لیا۔ نتیجہ یہ ہے کہ اس وقت اردو میں ان خطبات کا جو ترجمہ دستیاب ہے، وہ نہ صرف پیچیدہ اور مبہم ہے، بلکہ گمراہ کن حد تک اصل سے مختلف بھی ہے۔"[43]

مگر محترمہ نے اپنی انتہا پسندانہ رائے کی تائید میں کوئی مثال نہیں دی جس سے اندازہ ہو سکے کہ نیازی صاحب نے یہ ترجمہ کر کے قارئین اقبال کو کس نوعیت کی گمراہی میں مبتلا کیا ہے۔

اس اثناء میں مختلف اصحاب نے خطبات کا ترجمہ کرنے کی کوشش کی مگر معاملہ اکا دکا خطبے کے ترجمے سے آگے نہ بڑھ سکا۔

تقریباً 36 برس تک نیازی صاحب کا یہی ترجمہ متداول و رائج رہا۔ 1992ء میں دوسرا مکمل ترجمہ (از جناب شریف کنجاہی، بہ عنوان: مذہبی افکار کی تعمیر نو، بزم اقبال لاہور) شائع ہوا۔ موصوف کئی برس پہلے خطبات کا پنجابی ترجمہ شائع کر چکے تھے۔ دو برس بعد ہوئے خطبات کا ایک اور اردو ترجمہ ڈاکٹر محمد سمیع الحق نے "تشکیر دینی پر تجدید نظر" کے نام سے دہلی سے شائع کیا۔[44] موصوف کا بیان ہے کہ انہوں نے یہ ترجمہ 1962ء میں مکمل کر لیا تھا، مگر اس کی اشاعت کی نوبت نہ آ سکی۔[45] خطبات کو اردو میں ڈھالنے کی ایک کاوش ڈاکٹر وحید عشرت نے بھی کی ہے۔ ان کے ترجمہ کردہ بیشتر خطبے چھپ چکے ہیں۔

معلوم ہوا ہے کہ اردو میں ایک ترجمہ جناب شہزاد احمد نے بھی کیا ہے، مگر

تاحال یہ منصہ شہود پر نہیں آ سکا۔

اردو کے علاوہ، خطبات کے تراجم، دیگر زبانوں میں بھی شائع ہو چکے ہیں : بنگالی، بھاشا (انڈونیشی)، پشتو، پنجابی، ترکی، سندھی، عربی، فارسی، فرانسیسی اور ہسپانوی۔

تشریح، توضیح، تفہیم

ڈاکٹر سید عبداللہ لکھتے ہیں :

> "خطبات (تشکیل جدید الہیات اسلامیہ) حضرت علامہ کا فکری شاہکار ہے۔ یہ کتاب جتنی مقبول ہے، اتنی ہی مشکل اور دقیق بھی ہے۔ اس کتاب کی مشکلات کئی طرح کی ہیں : اول یہ ہے کہ اس کی زبان حکیمانہ ہے جو اس لیے ناگزیر تھی کہ حضرت علامہ نے جو مطالب اپنے خطبات میں پیش کیے ہیں، وہ قدیم و جدید حکمت سے متعلق ہیں۔ لہٰذا قدرتی طور سے ان میں قدیم و جدید مصطلحات علمی کے علاوہ قدیم و جدید نظریات و تصورات سے متعلق اصطلاحیں اس کثرت سے موجود ہیں کہ خاص اہل علم کے سوا بہت کم لوگوں کی سمجھ میں آ سکتی ہیں۔ قدیم حکمت کے اصطلاحات و مطالب تو جدید دور کے قارئین میں سے معدودے چند افراد کی دسترس میں ہیں، لیکن جدید حکمت کے الفاظ اور اشارے بھی صرف صاحب اختصاص فلسفیوں کے بس کی بات ہے۔ ہر کوئی ان پر قادر نہیں۔
>
> "ان لیکچروں میں مذہب، فلسفہ، اور سائنس تینوں ہی، کبھی ایک دوسرے کے مقابل، کبھی ایک دوسرے کے متوازی، اور کبھی ایک امتزاجی رنگ میں، ہمارے سامنے زبان و بیان کا ایک ایسا اسلوب رکھ رہے ہیں جس سے صحیح فائدہ اٹھانے کے لیے، اور جس کی اندرونی تہوں اور گرہوں کو کھولنے کے لیے بااستعداد اور ذی علم قارئین کی ضرورت ہے۔
>
> اور چونکہ اس خاص منطقے میں بااستعداد اور ذی علم قارئین قدرتی طور سے کچھ زیادہ نہیں، اس لیے عام افہام کے لیے ان خطبات کو اطمینان بخش شرحوں اور قطعی و صحیح حواشی کے بغیر زیر مطالعہ نہیں لایا جا سکتا۔"[46]

اس اقتباس کی ابتدائی سطور میں سید صاحب نے خطبات اقبال کی جس مقبولیت کا ذکر کیا ہے، وہ محل نظر ہے۔ اقبال کے شعری مجموعوں کی سینکڑوں اشاعتوں کے مقابلے

میں خطبات کے چھپنے کی نوبت دس بارہ مرتبہ ہی آئی ہے۔ (جملہ ء معترضہ)

مندرجہ بالا طویل اقتباس کا مقصد تفہیم خطبات میں درپیش مشکلات و مسائل کی طرف توجہ مبذول کرانا ہے۔ جب ڈاکٹر سید عبداللہ جیسا عالم نقاد اور اقبال شناس' مطالعہ اقبال کی مشکلات اور دقتوں کا اعتراف کرے' تو گویا مشکلات فی الواقع موجود ہیں۔ خلیفہ عبدالحکیم ("فکر اقبال" لاہور' 1957ء) اور شاہ محمد عبدالغنی نیازی (مجلّہ: "اقبال" لاہور' اپریل 1955ء) نے خطبات اقبال کی تلخیص تیار کی جو ان مشکلات سے عہدہ برآ ہونے کی ابتدائی کوشش تھی۔ خطبات کی اشاعت کے تقریباً" نصف صدی بعد تک بھی ان کے سنجیدہ مطالعے اور تفہیم کی جانب کوئی خاص اعتناء نظر نہیں آتا۔ نذیر نیازی کے ترجمے (تشکیل جدید الہیات اسلامیہ) اور محمد شریف بقا کی ترجمہ نما تشریح (خطبات اقبال پر ایک نظر) سلسلہ ء تفہیم خطبات کی ابتدائی کوششیں تھیں۔ مگر ترجمے اور تشریح سے آگے بڑھ کر' جیسا کہ ڈاکٹر سید عبداللہ نے متذکرہ بالا اقتباس میں متوجہ کیا ہے' خطبات کی "اطمینان بخش شرحوں اور قطعی حواشی" اور ان کے تجزیے اور تنقید کی ضرورت تھی۔ 1977ء میں اقبال صدی کے موقع پر اس ضرورت کا احساس ابھر کر سامنے آیا اور اسی کے نتیجے میں ڈاکٹر سید عبداللہ نے ایک قابل قدر کتاب "متعلقات خطبات اقبال" مرتب کی۔ مگر اقبال صدی کے بعد' کئی برسوں تک مطالعہ ء خطبات کے سلسلے میں کوئی سنجیدہ کاوش سامنے نہیں آ سکی۔

لیکن اب گزشتہ آٹھ دس برسوں میں خطبات اقبال کے مطالعے اور ان کی تفہیم اور فکر اقبال میں ان کی قدر و قیمت اور اہمیت اجاگر کرنے کا رجحان نمایاں ہوا ہے---- اور سال بہ سال اقبالیات کا یہ نیا رجحان بڑھ رہا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ حالیہ برسوں میں اس رجحان کا آغاز بھارت سے ہوا۔ اقبال انسٹی ٹیوٹ سری نگر نے اس موضوع پر مولانا سعید احمد اکبر آبادی کے توسیعی لیکچروں کا اہتمام کیا۔ یہ لیکچر اب کتابی صورت میں بھارت کے علاوہ پاکستان سے بھی شائع ہو چکے ہیں (اقبال اکادمی' پاکستان لاہور' 1987ء)۔ مولانا سعید احمد اکبر آبادی نے خطبات کی تشریح و توضیح کی ہے اور ان کا تجزیاتی مطالعہ بھی۔ انہوں نے خطبات کے مجموعی جائزے کے علاوہ اس کے اہم موضوعات (تصور باری تعالیٰ' وحدت الوجود' نماز باجماعت' حیات بعدالموت' حشر و نشر اور جبر و قدر وغیرہ) پر الگ الگ بحث بھی کی ہے۔ ان کے خیال میں علامہ کی کئی بحثیں تشنہ اور بعض آراء محل نظر ہیں۔ مولانا سعید احمد نے خطبات کے بعض کمزور پہلوؤں کی تاویل کی ہے اور بعض مقامات میں علامہ کی فروگزاشتوں کا اعتراف کیا ہے۔ تاہم ان کے خیال میں اس سے علامہ کی عظمت و اہمیت کم نہیں ہوتی۔

خطبات اقبال کی تفہیم و تشریح کی ایک اور کوشش پروفیسر محمد عثمان نے کی۔[47] انہوں نے ہر خطبے کی علاحدہ علاحدہ شرح کی ہے۔ کہیں کہیں وہ تبصرے اور تجزیے کا انداز

اختیار کرتے ہیں۔ سعید احمد اکبر آبادی کے برعکس وہ علامہ کی کلی تائید و تحسین کرتے ہیں۔ انہوں نے کسی مسئلے پر اقبال کے خیالات سے اختلاف کیا ہے اور نہ کوئی اعتراض۔ ہر حال' خوبصورت اور دلنشین اسلوب اور عام فہم انداز میں خطبات کی یہ خلاصہ نما تشریح ایک کار آمد اور قابل قدر کوشش ہے------ اسی برس ڈاکٹر خالد مسعود کی تصنیف "اقبال کا تصور اجتہاد" چھپی۔[48] اگرچہ اس میں پورے خطبات اور اقبال کے مجموعی افکار زیر بحث آئے ہیں' تاہم اصل موضوع وسیع تر تاریخی پس منظر میں چھٹے خطبے (اجتہاد فی الاسلام) کا مطالعہ ہے۔ یہ کوشش خطبات اقبال کے تفصیلی مطالعہ کی ضرورت کو جزوی طور پر پورا کرتی ہے۔

"تسہیل خطبات اقبال" کے عنوان سے ایک کوشش علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد کے شعبہ اقبالیات نے بھی کی ہے۔[49] سات اہل قلم نے سات خطبوں کی تسہیل آسان زبان میں پیش کی ہے۔ ان میں سے بعض اصحاب فلسفے کے استاد ہیں' اس لیے ان کا فلسفیانہ انداز خطبات کو سمجھنے میں قدرے مشکل پیدا کرتا ہے۔ ہمارے خیال میں خطبات کو سمجھنے میں علامہ کی شاعری اور ان کے مکاتیب بہت مفید و معاون ہو سکتے ہیں۔ ڈاکٹر ابصار احمد' ڈاکٹر محمد ریاض اور پروفیسر رحیم بخش شاہین کے ہاں ایک حد تک شاعری سے مدد لینے کی کوشش نظر آتی ہے۔

خطبات کو سمجھنے کی کوششیں بھارت میں بھی جاری ہیں۔ اس سلسلے میں شعبہ فلسفہ' جامعہ عثمانیہ کے سابق استاد پروفیسر وحیدالدین کی دو کتابیں چھپی ہیں۔ پہلی کتاب " فلسفہ و اقبال' خطبات کی روشنی میں" (دہلی 1987ء۔ یہ کتاب پاکستان میں بھی شائع ہو چکی ہے) سینئر طلبہ اور ریسرچ سکالروں کی ضروریات کے مدنظر لکھی گئی ہے۔ وحیدالدین صاحب نے خطبات کی تلخیص کی ہے' اور ان کا فلسفیانہ پس منظر اجاگر کرنے کے لیے انہوں نے "یونانی فلسفیانہ روایت"' "عہد وسطیٰ کا مسلم مفکر ابن خلدون" اور "عہد جدید کے فلسفی" کے عنوانات کے تحت تقریباً سبھی اہم مشرقی اور مغربی مفکروں اور فلسفیوں اور ان کے افکار کا اجمالی تعارف کرایا ہے۔ اس کتاب کے آخر میں وحیدالدین صاحب نے اقبال کے فلسفیانہ فکر پر اپنے خیالات ظاہر کیے ہیں۔ وہ کہیں کہیں اقبال سے اختلاف کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک "اقبال عالمی فلسفے کی کوئی تاریخ ساز شخصیت تو نہیں کہے جا سکتے" مگر وہ اقبال کے فلسفیانہ فکر کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک 'مفکر اسلام' اقبال نے اسلامی فکر اور جدید فکر کے پس منظر میں مغربی فکر کے طریقہ ء اظہار کو اپناتے ہوئے اسلامی الہیات کا جو تصور پیش کیا' اس کی کہیں نظیر نہیں ملتی------ ان کی دوسری کتاب' اقبال انسٹی ٹیوٹ کی دعوت پر' سری نگر یونیورسٹی میں کی گئی تین' تقریروں پر مشتمل ہے۔ ("فکر اقبال"' سری نگر' 1987ء) ان تقریروں میں پروفیسر موصوف نے خطبات اقبال کے بعض مباحث پر کلام کیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ اقبال کے پہلے چار

خطبوں کے الہیاتی مسائل (زمان و مکان، وجود باری، بقائے انسانی وغیرہ) ایسے ہیں جن میں قطعیت کبھی نہیں آ سکتی، اس لیے ان خطبوں میں علامہ سے اختلاف کی گنجائش موجود ہے، اور اس لیے ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہاں انہوں نے کوئی "انقلابی قدم" اٹھایا ہے، لیکن : "ان کا امتیاز یہ ہے کہ پہلی بار بحیثیت ایک اسلامی مفکر کے، انہوں نے اسلامی فکر کو جھنجھوڑا، اور سوچنے پر مجبور کیا، اور ایسی زبان میں ادا کیا جس کو غیر بھی سمجھ سکیں"---- وحید الدین صاحب نے کہا ہے کہ آخری دو خطبے ہمارے علماء اور راہنماؤں کی خاص توجہ کے مستحق ہیں۔ خطبات کے جس ترجمے کا اوپر ذکر کیا گیا (تشکیر دینی پر تجدید نظر دہلی، 1994ء) اسے بھی بھارت میں تفہیم خطبات کے سلسلے کی تازہ کڑی سمجھنا چاہیے۔

پاکستان سٹڈی سنٹر کراچی نے چند برس پہلے خطبات اقبال کے موضوع پر ایک سہ روزہ مجلس مذاکرہ (2 تا 4 اپریل 1987ء) کا اہتمام کیا تھا۔ اس سے بھی مطالعہ خطبات کے اس نئے رجحان کو تقویت ملی۔ اقبالیات کی تاریخ میں یہ پہلی بار ہوا کہ خاص خطبات کے موضوع پر بالاہتمام ایک سیمینار منعقد ہوا جس میں جسٹس قدیر الدین احمد، پروفیسر کرار حسین، پروفیسر مرزا محمد منور، ڈاکٹر جسٹس جاوید اقبال، مولانا محمد طاسین، پروفیسر محمد عثمان اور ڈاکٹر جمیل جالبی جیسے دانش وروں اور عالموں نے حصہ لیا۔ اس کی روداد اور مقالات کتابی صورت میں شائع ہو چکے ہیں۔ ("اقبال--- فکر اسلامی کی تشکیل نو" کراچی، 1988ء) اس کتاب کو خطبات اقبال کی تفہیم میں ایک پیش رفت قرار دینے میں کوئی حرج نہیں۔ بعض بزرگوں کے خیالات سے اختلاف کی ایک صورت پیدا ہوتی ہے، مثلاً : پروفیسر محمد عثمان کا خیال ہے کہ علامہ اقبال جمہوریت کی ترقی یافتہ صورت (سوشل ڈیمو کریسی) کو اپنے تصورات سے زیادہ قریب پاتے تھے، اس لیے آج مسلمان اسلام اور سوشل ڈیمو کریسی کے تعاون سے اپنے مسائل حل کر سکتے ہیں (عثمان صاحب نے سوشل ڈیمو کریسی کا ترجمہ "اشتراکی جمہوریت" کیا ہے) اب سوال یہ ہے : کیا اسلام اور سوشل ڈیمو کریسی کے تعاون سے کوئی نتیجہ خیز صورت پیدا ہو سکتی ہے؟ پروفیسر عثمان مرحوم ہو چکے۔ اگر وہ روس اور مشرقی یورپ کی "اشتراکی جمہوریتوں" کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے تو نہ معلوم وہ اقبال کے اس (مبینہ) اجتہاد کی تعبیر کس انداز اور کن الفاظ میں کرتے۔ اختلاف کی گنجائش بعض دیگر مضامین سے بھی نکلتی ہے، مگر بحیثیت مجموعی بیشتر مضامین بہت اچھے، عالمانہ اور حوالوں سے لیس (Well documented) ہیں۔ جو دو تین سرسری اور تاثراتی نوعیت کے مضامین ہیں، جی چاہتا ہے کاش وہ بھی ایسے ہی ہوتے!

مکتبہ جامعہ، دہلی کی شائع کردہ ڈاکٹر عبدالمغنی کی تصنیف "اقبال کا نظریہ ء خودی" میں بھی خطبات کا تفصیلی مطالعہ شامل ہے جو ایک پوری کتاب کے بقدر ہے۔ مصنف کا خیال ہے کہ خطبات میں علامہ اقبال نے مشرقی حکمت و تصوف اور مغربی فلسفہ و

سائنس کی ساری ترقیات کو سامنے رکھ کر' اور ان کے حوالے سے اسلام میں مذہبی فکر کی ایک ایسی نئی تعبیر پیش کی جو ان کے خیال میں اسلام کا اولین' اصلی اور بنیادی تصور دین ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ خطبات میں اقبال کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اجتہاد و اعتماد کے ساتھ حکمائے مشرق اور فلاسفہ ء مغرب کے قدیم و جدید نظریات فرد کو قرآن کے اصول دانش کی کسوٹی پر پرکھ کر' فکر انسانی کے مسلسل ارتقاء کا سراغ لگایا ہے اور اس طرح ایک ایسا مربوط نظام فکر ترتیب دیا ہے جو جامع' وسیع' عمیق اور نتیجہ خیز ہے------- پروفیسر عبدالمغنی صاحب نے ہر خطبے کی علٰحدہ تشریح' توضیح اور تعبیر کی ہے' اور آخر میں کہا ہے کہ اگرچہ اقبال کے یہ فلسفیانہ خیالات قرآن پر مبنی ہیں' مگر ان کا اظہار عصر حاضر کی ان اصطلاحات و محاورات میں ہوا ہے جو جدید ترین علوم و فنون کے مباحث میں مروج ہیں-----ان کے خیال میں اقبال کی ان فلسفیانہ تحریروں کی حیثیت ان کے افکار کے ماخذ کی ہے' اور یہ ماخذ اقبال کے شاعرانہ خیالات کے حوالوں کا مرکز ہیں۔ چنانچہ اردو اور فارسی کلام میں اقبال نے خودی کے موضوع پر جو کچھ کہا ہے' اسے ان کے مذکورہ خطبات کی روشنی میں دیکھنا چاہیے۔

متذکرہ بالا کتابوں کے علاوہ مطالعہ و تفہیم خطبات کے سلسلے میں نئے پرانے بعض مضامین بھی قابل توجہ ہیں' مثلاً :-

1- علم اور واردات روحانی پر اقبال کا خطبہ : مختار صدیقی "آہنگ" کراچی۔ 7 اپریل 1970ء-

2- Iqbal,s Analysis of Muslim culture : A critical study : شہزاد قیصر۔ "اقبال ریویو" لاہور۔ اکتوبر 1984ء-

3- اسلامی ثقافت کی روح : رحیم بخش شاہین۔ "اقبالیات" لاہور۔ جنوری 1987ء-

4- خطبات اقبال : چند بنیادی سوالات : محمد سہیل عمر۔ "اقبالیات" لاہور۔ جولائی 1987ء-

5- اسلامی ثقافت کی روح : سعادت سعید۔ "کرینٹ" لاہور۔ 1987ء

6- اقبال کا تصور جنت و دوزخ : محمد رفیق چودھری۔ "ترجمان القرآن' لاہور۔ نومبر 1988ء

7- سائنس اور اقبال : مظفر حسین "اقبال" لاہور۔ اپریل 1989ء-

8- خطبات اقبال کا پس منظر: سمیع اللہ قریشی' "صحیفہ" لاہور' جنوری 1974ء

9- خطبات اقبال : ممتاز حسن' مشمولہ : "علامہ اقبال' ممتاز حسن کی نظر میں" لاہور۔

10- تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ : اسلامی افکار کے تناظر میں' پروفیسر اسلم

انصاری۔ مشمولہ : "اقبال عہد آفریں" ملتان، 1987ء۔

11- اقبال کی شاعری کا ایک بنیادی کرشمہ : شمیم احمد۔ "برگ گل" اقبال نمبر، سمندری، 1987ء۔

12- اقبال کے خطبات اور شاعری : خواجہ منظور حسین، مشمولہ : "اقبال اور بعض دوسرے شعراء" اسلام آباد

13- خطبہ ء صدارت، تشکیل جدید الہیات اسلامیہ : ڈاکٹر "ظفر الحسن۔" اقبالیات لاہور، ستمبر 1994ء۔

خطبات کی جانب اعتنا کے ایک دو پہلو اور بھی ہیں۔ حالیہ برسوں میں خطبات کے حوالے سے چند تحقیقی مقالے لکھے گئے ہیں، مثلاً:

1- اقبال اور امکانات مذہب (آخری خطبے کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ) از غلام رسول محمد، ایم فل اقبالیات، شعبہ اقبالیات علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد۔ (1992ء) 137 ص۔ نگران : (ڈاکٹر وحید عشرت۔)

2- خطبات اقبال، نئے تناظر میں از محمد سہیل عمر۔ ایم فل اقبالیات، شعبہ اقبالیات، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد۔ نگران (پروفیسر محمد منور۔)

3- گلشن پروین کا ایم اے علوم اسلامیہ (پنجاب یونیورسٹی لاہور 1989ء) کا مقالہ : "اقبال کا تصور آخرت" بیشتر خطبات کے حوالے سے لکھا گیا ہے۔

خطبات کی جانب توجہ مبذول ہونے کا ایک نتیجہ یہ ہے کہ تنقید اقبال میں خطبات سے استشہاد اور ان کے حوالوں کا رجحان بڑھ رہا ہے، مثلاً دیکھیے : ڈاکٹر غلام رسول ملک کا مجموعہ ء مضامین "اقبال سرود آفریں" (اقبال انسٹی ٹیوٹ سری نگر، 1992ء) اسی طرح اجتہاد کی ضرورت اور اس کی اہمیت پر ہونے والے مباحث میں خطبات اقبال کے حوالے دیے جاتے ہیں۔ فلسفے کے استاد ڈاکٹر عشرت حسن انور نے دوسرے خطبے کے حوالے سے علامہ کے بعض تناقضات کا ذکر کیا ہے (اقبال اور مشرق و مغرب کے مفکرین بزم اقبال لاہور، 1989ء) اس پر ایک اظہار خیال خضر یاسین صاحب نے کیا ہے ("اقبالیات" لاہور، جولائی تا ستمبر 1995۔ ص 119 تا 126)۔ خطبات اقبال پر بحث مباحثہ ایک مفید علمی رجحان ہے۔

اقبال کا اصل کارنامہ : شاعری یا خطبات؟

مطالعہ ء خطبات اقبال کے زیر بحث رجحان کو اگر کتابوں اور مضامین کے اس تعارف تک ہی محدود رکھا جائے تو غالباً بات ادھوری رہے گی۔ چنانچہ اس ضمن میں بعض ایسے پہلوؤں کا ذکر ضروری ہے جن سے خطبات پر کلام کرنے والے مختلف اصحاب کے زاویہ ہائے نظر کا اندازہ ہوتا ہے ــــ ایک احساس تو سب حضرات کے ہاں مشترک ہے کہ

مطالعۂ اقبال کی طرف اب تک کماحقہ' توجہ نہیں دی جا سکی' اور اب اس کا زیادہ تفصیل کے ساتھ اور گہرائی میں اتر کر مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے۔ پروفیسر اسلم انصاری نے تو خطبات کو علامہ کی ایک نادریافت شدہ (Un-dis-covered) تصنیف قرار دیا ہے۔

خطبات اقبال کی معنویت اور فکر اقبال میں ان کی حیثیت کے بارے میں ہمارے اہل نظر مختلف گروہوں میں بٹے ہوئے نظر آتے ہیں:

1. کچھ حضرات شاعری کے مقابلے میں خطبات کو زیادہ اہم اور اولین حیثیت دیتے ہیں' جیسے:

○ "فکر اقبال جس طرح ان کے خطبات میں روشن ہے' اس طرح ان کی شاعری میں نہیں"

(پروفیسر آل احمد سرور[50])

○ "کچھ عجب نہیں کہ آئندہ چل کر یہی کارنامہ اقبال کا عظیم ترین کارنامہ تسلیم کیا جائے۔" (پروفیسر محمد عثمان[51])

○ "فکر اقبال کی تلاش میں بھی اب تک ان کی شاعری ہی پر زیادہ توجہ ہوتی ہے' حالانکہ اقبال کی اصل فکر مربوط طور پر ان کے خطبات میں ملتی ہے۔" (ضیاء الحسن فاروقی[52])

○ علامہ کی شاعری میں بیان کردہ افکار کو' علامہ کے: "وسیع سوانحے 'عصری فکر' منضبط اور مربوط تعلیمات پر مبنی" اس "کلیہ اقبال" (خطبات) کی رہنمائی اور روشنی میں سمجھا جائے جو ان کے "مستقل اور پائیدار کا مجموعہ ہے۔" (ڈاکٹر محمد یوسف گورایہ[53])

○ ڈاکٹر محمد یوسف گورایہ نے ۱۹۷۷ء میں "اقبال' اجتہاد اور تعبیر شریعت" کے حوالے سے ایک ہنگامہ خیز بحث کا آغاز کیا تھا۔ یہ بحث بھی اسی ذہن کی پیداوار تھی۔ گورایہ صاحب کے نزدیک یہی خطبات اقبال کی نمائندہ کتاب ہے۔ ان کا باقی سرمایہ' حتیٰ کہ اقبال کی اردو اور فارسی شاعری بھی ثانوی درجہ رکھتی ہے۔[54]

پاکستان سٹڈی سنٹر جامعہ کراچی کے مقالات مذاکرہ میں بھی خطبات کو اقبال کی شاعری سے اہم تر قرار دینے کا رجحان جھلکتا ہے۔

2. ایک گروہ نے علامہ کے بعض بیانات کو ہدف تنقید بناتے ہوئے انھیں غلط قرار دیا ہے' مثلاً ان کے خیال میں جنت اور دوزخ کے بارے میں اقبال کے تصورات قرآنی آیات اور اس کے نصوص کے صریحاً خلاف ہیں--- چند برس پہلے مکہ مکرمہ سے شائع ہونے والے ڈاکٹریٹ کے ایک مقالے میں یہی رائے ظاہر کی گئی ہے جو ایک طرح سے بہت سے عرب علماء کی نمائندگی کرتی ہے۔55- مولانا سعید احمد اکبر آبادی نے اس ضمن میں مصری مصنف ڈاکٹر البہی کے اعتراضات کا ذکر کرتے ہوئے بعض معاملات میں علامہ کی فروگزاشتوں کا اعتراف کیا ہے اور خطبات کے بعض کمزور پہلوؤں کی تاویل بھی کی ہے۔

-3 کچھ لوگوں کے خیال میں خطبات میں علامہ کے نتائج فکر حتمی نہیں ہیں۔ وہ محض ان سوالات اور فکری مسائل کا منظر نامہ پیش کرتے ہیں جو اس وقت علامہ کو پیش تھے۔ محمد سہیل عمر کا خیال ہے کہ خطبات کی تحریر کے وقت جو مسائل سامنے آ رہے تھے' خطبات میں ان کے جوابات قیاسی تھے' اور شاعری کی طرح اقبال کے خطبات میں بھی "نئے شوالے" موجود ہیں۔ 56-علامہ کے تصور اجتہاد کے سلسلے میں پروفیسر محمد منور کا خیال ہے کہ ان کے خیالات مسلسل ارتقاء پذیر رہے ہیں' لہٰذا یہ کیوں فرض کر لیا جائے کہ 1928ء-1929ء میں انہوں نے جو کچھ کہا' اور ان کی سوچ کا جو رخ وفات سے آٹھ نو برس پہلے ان کے خطبات میں نظر آتا ہے' وہ 1929ء سے 1938ء تک کے عرصے میں جوں کا توں برقرار رہا 57- (اگرچہ پروفیسر عبدالمغنی کے خیال میں علامہ اقبال نے اپنے خطبات میں جو کچھ کہا' وہ ان کی پختہ عمر کے نتائج فکر ہیں۔ 58

-4 پروفیسر اسلم انصاری کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ ان خطبات نے احیائے اسلام کی جدید تحریکوں میں استحکام پیدا کیا اور ان پر قابل لحاظ اثرات مرتب کیے۔ 59- راقم کو اس سے اتفاق نہیں ہے۔

خطبات کے سلسلے میں مندرجہ بالا آراء مختلف اور متضاد نقطہ ہائے نظر کی ترجمان ہیں۔ ہم نے ان کی طرف چند سرسری اشارے کیے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مطالعہ ء خطبات کے مختلف رجحانات کا جامع اور سیر حاصل مطالعہ و تجزیہ کیا جائے۔ ہمارے خیال میں زیادہ متوازن رویہ یہ ہو گا کہ خطبات کو علامہ کے فکری سفر کی ایک منزل سمجھا جائے کیونکہ یہ وفات سے آٹھ برس پہلے مرتب کیے گئے تھے۔ مطالعہ ء اقبال میں بلاشبہہ خطبات کی بہت اہمیت ہے اور فکر اقبال کی کسی بھی تعبیر و توضیح میں انہیں نظر انداز کرنا غلط ہے مگر یہ سمجھنا بھی صحیح نہیں کہ اقبال کا فکر تمام و کمال انہی خطبوں پر منحصر و محیط ہے۔ بقول سید نذیر نیازی' علامہ چاہتے تھے کہ اس کے بعض "اجزاء اگر علماء کی نظر سے گزر جائیں تو اچھا ہے۔"[60] پھر یہ کہ علامہ اقبال کا خیال ان "مطالب کو' جو خطبات میں ادا کیے گئے' اور زیادہ وضاحت' بلکہ ایک حد تک نئے انداز میں پیش کرنے کا تھا۔"[61] چونکہ ایسا نہ ہو سکا' غالباً" اسی لیے سید سلیمان ندوی' ابوالاعلیٰ مودودی اور ابوالحسن علی ندوی جیسے روشن خیال علماء بھی جو اقبال کے پرجوش مداح بھی ہیں' خطبات کے بارے میں کچھ تاملات و تحفظات (Hesitations and resevations) رکھتے ہیں۔

حواشی و تعلیقات

-1 انجمن کے جلسوں میں نظمیں پڑھنے کی ابتدا انھوں نے 1900ء میں کی ("نالۂ یتیم")۔ 1901ء میں "یتیم کا خطاب ہلال عید سے" 1902ء میں "اسلامیہ کالج کا خطاب پنجاب سے" 1903ء میں "ابرگوہر بار" (فریاد امت) اور 1904ء میں 'تصویر درد' پڑھی گئی۔ 1905ء میں اقبال اعلیٰ تعلیم کے لیے یورپ چلے گئے۔ 1908ء میں یورپ سے واپسی پر نظم گوئی کا منقطع سلسلہ پھر جاری ہوا ("شکوہ")--- ازاں بعد بھی وقتاً فوقتاً وہ انجمن کے جلسوں میں نظمیں پیش کرتے رہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے "اقبال اور انجمن حمایت اسلام" از محمد حنیف شاہد' لاہور 1976ء)

-2 "بانگ درا" کی پہلی نظم "ہمالہ" شیخ عبدالقادر کے جاری کردہ رسالے "مخزن" کے اولین شمارے (اپریل 1901ء) میں شائع ہوئی۔ بعد ازاں کئی برسوں تک اس میں اقبال کی نگارشات نظم و نثر شائع ہوتی رہیں۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے: عابدہ سلطانہ سوز کا مضمون "اقبال اور مخزن" مشمولہ: "برگ گل' اقبال نمبر1977ء' کراچی)۔

-3 تفصیل کے لیے دیکھیے: محمد عبداللہ قریشی کا مضمون "معرکہ ء اسرار خودی" مشمولہ: مجلّہ "اقبال" لاہور اکتوبر1953ء' اپریل 1954ء۔

-4 The Secrets of the self' اولین اشاعت: میکملن' لندن 1920ء

-5 مصنف: Nicholas P. Aghnides' کولمبیا یونیورسٹی پریس نیویارک 1910ء۔

-6 "اقبال کی صحبت میں" از ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی مجلس ترقی ادب لاہور' 1977ء۔ ص 299۔

-7 کتاب مذکور ص 300

-8 Mohammedan Theories of Finance' ص 91

-9 اس کا تذکرہ کئی جگہ ملتا ہے' مثلاً:

(الف) Reconstruction' طبع اول: 242۔

(ب) اقبال نامہ' جلد اول' مرتبہ شیخ عطاء اللہ۔ شیخ محمد اشرف لاہور' (1945ء) ص131' 132' 135۔

(ج) اقبال کی صحبت میں: ص 300' 301۔

-10 اقبال نامہ' جلد اول: ص 131 تا 136

-11 اس کا ذکر' سید سلیمان ندوی کے نام ایک خط میں ملتا ہے۔ دیکھیے: کتاب مذکور' ص 132

-12 اقبال کی صحبت میں: ص 301' 302۔ نیز ملاحظہ کیجئے: مولانا غلام مرشد کا مضمون بہ عنوان: "علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ سے سعادت مندانہ ملاقاتیں" مشمولہ' نقوش' جنوری 1979ء' ص 301

تا 327

-13 اقبال کی صحبت میں: ص 302

-14 محمد سعید الدین جعفری کے نام 13 اگست 1924ء کے خط میں اسی خطبے کی طرف اشارہ ہے۔ اقبال لکھتے ہیں: "میں ایک مفصل مضمون انگریزی میں لکھ رہا ہوں: "The Idea of Ijtihad in the law of Islam (اوراق گم گشتہ' مرتبہ: رحیم بخش شاہین۔ اسلامک پبلی کیشنز لاہور' 1975ء۔ ص 118)۔

-15 اس کا جزوی متن "اقبال اور انجمن حمایت اسلام" (ص 110۔ 113) میں روداد "بیالیسواں سالانہ جلسہ منعقدہ 16 اپریل 1927ء" کے حوالے سے اور گفتار اقبال" (مرتبہ: محمد رفیق افضل۔ ادارہ تحقیقات پاکستان پنجاب یونیورسٹی لاہور' 1969ء' ص 25) میں روزنامہ "زمیندار" 20 اپریل 1927ء کے حوالے سے شامل ہے۔

-16 اقبال نامہ' جلد دوم' صفحہ 333 ("محمد یعقوب لدھیانے کا باشندہ تھا۔ وہ ظفر اللہ خاں اور ڈارلنگ کا سٹینو بھی تھا۔ یعقوب سے میں نے انتظام کیا تھا کہ وہ علامہ سے املا لیا کرے اور باقاعدہ ٹائپ کر کے علامہ کی خدمت میں پیش کرے۔ بعد کے تین لکچرز کے لیے علامہ نے الگ انتظام کیا تھا۔" مکتوب ڈاکٹر عبداللہ چغتائی بنام رفیع الدین ہاشمی' 25 فروری 1977ء)

-17 اقبال نامہ' جلد اول: ص 152 تا 158۔

-18 اقبال نامہ' جلد دوم: مرتبہ۔ شیخ عطاء اللہ۔ شیخ محمد اشرف لاہور 1951ء۔ ص 334' 335' 337۔

-19 اقبال نامہ' جلد اول۔ ص 211۔

-20 اقبال کے اکثر سوانح نگاروں (طاہر فاروقی' عبدالسلام ندوی' عبدالمجید سالک' عبدالسلام خورشید) نے اسے دسمبر 1928ء کا واقعہ لکھا ہے اور لکچروں کی تعداد چھ بتائی ہے۔ یہ دونوں باتیں درست نہیں۔ مزید دراس کی تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجئے: "اقبال کی صحبت میں" ص 319 تا 342۔ نیز "نقوش" "اقبال نمبر' جلد اول' 1977ء: ص 550 تا 567۔

-21 Letters of Iqbal' مرتبہ: بشیر احمد ڈار۔ اقبال اکادمی پاکستان لاہور' 1977ء ص 119۔

-22 کتاب مذکور' ص 121۔

-23 مکتوبات اقبال' مرتبہ: سید نذیر نیازی۔ اقبال اکادمی پاکستان کراچی' 1957ء ص 24۔

-24 اقبال نامہ' جلد اول: ص 211۔

-25 اقبال کی صحبت میں: ص 324۔

-26 مکتوبات اقبال: ص 22۔

-27 کتاب مذکور: ص 23۔

-28 متن خط میں 6 اپریل ہے جو درست نہیں۔

-29 اول الذکر نسخہ کیمبرج یونیورسٹی لائبریری میں (حوالہ نمبر 13.7 .C.90.3) اور موخر الذکر ٹرینٹی کالج لائبریری' کیمبرج میں (حوالہ نمبر: Adv.C.25.38) محفوظ ہے (یہ اطلاعات ڈاکٹر سعید اختر

درانی کی فراہم کردہ ہیں)۔

-30 اقبال نامہ' جلد اول: ص 220

-31 مکتوبات اقبال: ص 83

-32 کتاب مذکور ص 117

-33 کتاب مذکور ص 132

-34 کتاب مذکور: ص 117' 465' نیز: خطوط اقبال' ص 215

-35 ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور' 1986۔

-36 1986ء کا اقبالیاتی ادب از ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی۔ اقبال اکادمی پاکستان لاہور۔ 1988ء' ص 24'25۔

-37 تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ: بزم اقبال لاہور۔ 1958ء' ص (الف)۔

-38 کتاب مذکورہ ص "ب"۔

-39 خطبات اقبال پر ایک نظر: اقبال اکادمی پاکستان لاہور' 1987ء' ص 18

-40 خطبات اقبال پر ایک نظر از محمد شریف بقا: لاہور (1974ء) ص 4۔

-41 دیباچہ: خطبات اقبال پر ایک نظر از مولانا سعید احمد اکبر آبادی' ص 6

-42 سید نذیر نیازی' (حیات اور تصانیف) از نسیم اختر' غیر مطبوعہ تحقیقی مقالہ ایم اے۔ اردو' پنجاب یونیورسٹی لاہور' 1983ء۔ ص 170۔

-42 الف مقالہ مذکور' ص 171۔

-43 مضمون: "اقبال کے انگریزی خطبات" مشمولہ: "فنون" لاہور ستمبر / اکتوبر 1970ء' ص 39۔

-44 ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی' 1994ء۔ 207 ص۔

-45 تشکیل دینی پر تجدید نظر: ص 3

-46 متعلقات خطبات اقبال' مرتبہ: ڈاکٹر سید عبداللہ۔ اقبال اکادمی پاکستان لاہور' 1977ء۔ ص: "ر" اور "ش"۔

-47 فکر اسلامی کی تشکیل نو' لاہور' 1985ء۔

-48 مکتبہ حرمت' راولپنڈی 1985ء۔

-49 علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد' 1986ء۔

-50 دیباچہ: تفکر اقبال' اقبال انسٹی ٹیوٹ سری نگر 1987ء' ص 5۔

-51 فکر اسلامی کی تشکیل نو' ص 19۔

-52 ابتدائیہ: فلسفہ و اقبال' خطبات کی روشنی میں' اقبال انسٹی ٹیوٹ' سری نگر' 1987ء۔

-53 نوائے وقت' لاہور 24 اگست 1987ء۔

-54 اس بحث کی تفصیل' اور اس پر محاکمے کے لیے دیکھیے: اقبالیات کے تیس سال" از: ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی۔ حرا پبلی کیشنز لاہور' 1993ء۔ ص 83 تا 94۔

55- محمد اقبال و موقفہ' من الحضارۃ الغربیہ از ڈاکٹر خلیل الرحمٰن' مکہ' 1988ء-

56- "اقبالیات" لاہور' جولائی 1987ء-

57- دیکھیے : مرزا محمد منور صاحب کا مضمون' مشمولہ : "اقبال' فکر اسلامی کی تشکیل نو" مرتبہ : حسین محمد جعفری' پاکستان سنڈی سنٹر کراچی' 1988ء-

58- اقبال کا نظریہ ء خودی ص 226-

59- اقبال عہد آفریں ص 132-

60- تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ' ص : "ب"۔

61- کتاب مذکور' ص : "و"۔